احکام میں حیلہ کی شرعی حیثیت

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ

حیلہ کا مفہوم

حیل حیلہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں' تدبیر' ترکیب' چارہ کار' چال' بچنے کا طریقہ' مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ۔(۱)

حیلہ کی تعریف

کسی شرعی حکم کی تعمیل سے بچنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جو بظاہر جائز ہو لیکن اس کی وجہ سے شرعی حکم کا مقصد فوت ہو جائے۔ حیلہ کہلاتا ہے(۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حیلہ شرعی واجبات کو ساقط کرنے اور ایسے فعل سے حلال کرنے کا نام ہے جس سے اس کی اصل غرض کو پیش نظر نہ رکھا گیا ہو۔ یعنی شرعی احکام کو ایسے اسباب کی بناء پر تبدیل کرنا جن کے اصلی مقصد کو نظر انداز کر دیا گیا ہو(۳)

امام ابن قیم نے حیلہ کی یہ تعریف کی ہے:

حیلہ تصرفات کی ایک قسم ہے کہ اس کا فاعل ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہو تا رہتا ہے۔ پھر عرف عام میں لفظ حیلہ کا استعمال ایسے خفیہ طریقوں سے حصول مقصد کے لیے کیے جانے لگا جن کو معلوم کرنے کے لیے بڑی ذہانت و فطانت کی ضرورت ہے۔ یہ پہلے معنی کی نسبت اخص ہے جو اغراض و مقاصد شرعاً عقلاً یا عادۃً ممنوع ہیں۔ ان کی جانب رسائی حاصل کرنے کے لیے لفظ حیلہ کا استعمال اور بھی زیادہ خاص ہے۔ حیلہ کا لفظ اس معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے عرب بولتے ہیں:

فلان من ارباب الحیل یا کہتے ہیں لا تعاملوہ فانہ متحیل (۴)

ابن تیمیہ اور ابن قیم دونوں کی تعریفوں کا ماحصل یہ ہے کہ شرعی اسباب کو ناجائز ذرائع کے لیے استعمال کرنا حیلہ کہلاتا ہے۔ دراصل واجبات شرعی کو ساقط کرنا اور محرمات کی حلت کا فتویٰ دینا کسی کے نزدیک بھی درست نہیں۔ بعض کتابوں میں شرعی حیلوں کا ذکر بھی ملتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب شرعی حدود میں مقاصد کا حصول ممکن نہ ہوتا ہو تو ان کے ایسے قانونی حیلے نکالے جائیں جو ظاہر میں شرع کے مطابق ہوں مگر ان کے ذریعے احکام کے عمل اور اس کے لازمی نتائج سے بچ نکلنے کی صورت نکل آئے۔

صحابہ کرامؓ سے حیلہ جات کے بارے میں کچھ منقول نہیں البتہ تابعین صغار کے زمانہ میں حیلہ جات کی روشنی میں فتوی بازی کا آغاز ہوا- بعض لوگوں کا دعوی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کتاب الحیل کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں لوگوں کو شرعی احکام اور فقہی پابندیوں سے نجات دلانے کے مسائل تحریر تھے- چنانچہ مروی ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا جس کے پاس ابو حنیفہ کی کتاب الحیل ہو اور وہ اسے استعمال کرتا ہو اور اس کے مطابق فتوی دیتا ہو تو اس کا حج باطل ہے اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی- ایک روایت یہ بھی ان سے منقول ہے :

من نظر فی کتاب الحیل لابی حنیفة احل ماحرم الله وحرم ما احل الله (۵)

(جس نے امام ابو حنیفہ کی کتاب الحیل کو دیکھا تو اس نے خدا کے محرمات کو حلال کر دیا اور حلال کو حرام قرار دیا-

شیخ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں :

بہر کیف ہمیں کتاب الحیل دستیاب نہ ہو سکی لہذا اصلی ماخذ کے مفقود ہونے سے آپ کے اختیار کردہ حیلہ جات کا کوئی قابل اعتماد مصدر معلوم نہ ہو سکا- کتاب الحیل کے عدم وجود نیز اس حقیقت کے پیش نظر کہ آپ نے فقہ میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی بلکہ آپ کے تلامذہ آپ کے زیر سرپرستی فقہی مسائل مدون کرتے تھے ہم اس خیال کو ترجیح دیتے ہیں کہ آپ نے ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی- اس نظریہ کو مزید تقویت اس امر سے پہنچتی ہے جس سے کتاب الحیل کی تصنیف کا دعوی ساقط از اعتبار ہو جاتا ہے- اس قول کے راوی عبداللہ بن مبارک ہی تھے جنہوں نے امام اوزاعی کو ملک شام میں امام ابو حنیفہ کے فقہی پایہ اور آپ کے نظریات کی قدر و قیمت سے آگاہ کیا- لہذا یہ بات کسی طرح قرین عقل و دانش نہیں کہ جس شخص کے نزدیک آپ کا مرتبہ اتنا بلند ہو کہ ''خلاصہ علم'' کے لقب سے ملقب کریں پھر اس کے بعد یہ بھی کہیں ''جو شخص امام ابو حنیفہ کی کتاب الحیل کو دیکھے گا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کا مرتکب ہو گا- (۶)

شیخ ابو زہرہ ''حیات امام ابن تیمیہ'' میں لکھتے ہیں :

احناف کے متعلق یہ امر مشہور ہے کہ وہ تمام حیلوں اور بہانوں سے کام لینا درست سمجھتے ہیں حتی کہ یہ روایت بھی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد نے صرف حیلہ پر ایک کتاب لکھ ڈالی تھی جس کے متعلق سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط شرح الکافی میں بھی لکھا ہے- چنانچہ امام خصاف نے بھی ایک کتاب اس موضوع پر لکھی ہے- جس کا نام ''الحیل والمخارج'' ہے جس میں بعض حیلے خود امام ابو حنیفہ سے بھی منقول ہیں (۷)

ڈاکٹر صبحی محمصانی حیل کے متعلق دیگر مکتب فکر کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

امام شافعی سے روایت ہے کہ وہ حیل شرعی کو جائز نہیں سمجھتے تھے انہوں نے نہ خود شرعی حیلے اختیار کیے اور نہ دوسروں کو اختیار کرنے کی رائے دی' متاخرین نے بہت سے شرعی حیلے جو امام شافعی کی طرف منسوب کیے ہیں وہ ان کا ذاتی تصرف ہے۔

اسی طرح امام مالک اور امام احمد بن حنبل نیز ان کے مقلدین نے اس قسم کے تمام شرعی حیلوں کو حرام قرار دیا ہے۔ امام ابن القیم نے حیل شرعی کے ناجائز ہونے کے دلائل بیان کیے ہیں۔ جائز حیل شرعی اور ناجائز حیل شرعی میں فرق بیان کیا ہے (۸)

حیلہ جات کے بارے میں چاروں مکتب فکر کے فقہاء کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دور سعید میں حیلہ جات کا استعمال بالکل مفقود تھا حتی کہ تابعین کے دور میں ان کا استعمال عام ہوا۔ اس دور میں اسلامی معاشرہ مختلف قوموں اور نسلوں کے لوگوں پر مشتمل تھا اور ان میں ایک کثیر تعداد ایسے افراد کی تھی جو احکام شریعت کی زیادہ سے زیادہ پابندی کا رجحان رکھنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ رخصتوں کے متلاشی تھے۔

فکر اسلامی میں حیلہ جات کے موید ین بھی ہیں اور مخالفین بھی۔ ہر گروہ نے مخالفت و حمایت میں قرآن و حدیث کے نصوص و دلائل سے استناد کیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں گروہوں کے دلائل بیان کرنے کے بعد صحیح صورت حال تک رسائی ممکن ہو سکتی ہے چنانچہ پہلے حامیان حیل کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر بعد میں مخالفین حیل کے دلائل پیش کیے جائیں گے۔

حامیان حیل کے دلائل

۱۔ حیلہ جات کے حامیوں کے نزدیک پہلی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مقدسہ ہے :

وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث انا وجدناه صابرا نعم العبد انه اواب (۹)

(اور ہم نے اس سے کہا) تنکوں کا ایک مٹھا لے اور اس سے مار دے۔ اپنی قسم نہ توڑ ہم نے اسے صابر پایا۔ بہترین بندہ اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا۔

صاحب تفہیم القرآن اس آیت مبارکہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ان الفاظ پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کی حالت میں ناراض ہو کر کسی کو مارنے کی قسم کھالی تھی (روایات یہ ہیں کہ بیوی کو مارنے کی قسم کھائی تھی) اور اس قسم ہی میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تجھے اتنے کوڑے ماروں گا۔ جب اللہ تعالی نے ان کو صحت عطا فرمادی اور حالت مرض کا وہ غصہ دور ہو گیا جس میں یہ قسم کھائی گئی تھی تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم پوری کرتا ہوں تو خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا اور

قسم توڑ تا ہوں تو یہ بھی ایک گناہ کا ارتکاب ہے- اس مشکل سے اللہ تعالی نے ان کو اس طرح نکالا کہ انہیں حکم دیا کہ ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے تم نے مارنے کی قسم کھائی تھی اور اس جھاڑو سے اس شخص کو بس ایک ضرب لگا دو تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور اسے تکلیف بھی نہ پہنچے-

بعض فقہاء اس رعایت کو حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے خاص سمجھتے ہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک دوسرے لوگ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں- پہلی رائے ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابو بکر جصاص نے مجاہد سے نقل کی ہے اور امام مالک کی بھی یہی رائے ہے-

دوسری رائے کو امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر اور امام شافعی نے اختیار کیا ہے- وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً اپنے خادم کو دس کوڑے مارنے کی قسم کھا بیٹھا ہو اور بعد میں دس کوڑے ملا کر اسے صرف ایک ضرب اس طرح لگا دے کہ ہر کوڑے کا کچھ نہ کچھ حصہ اس شخص کو ضرور لگ جائے تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی-

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے زانی پر حد جاری کرنے کے معاملے میں بھی اس آیت کا بتایا ہوا طریقہ استعمال فرمایا ہے جو اتنا بیمار یا اتنا ضعیف ہو کہ سو دروں کی مار برداشت نہ کر سکے- علامہ ابو بکر جصاص نے حضرت سعید بن سعد بن عبادہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ قبیلہ بنی ساعد میں ایک شخص سے زنا کا ارتکاب ہوا اور وہ ایسا مریض تھا کہ بس ہڈی اور چمڑا رہ گیا تھا- اس پر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ :

خذوا عثکالا فیه ماة شمراخ فاضربوه بها ضربة واحدة

(کھجور کا ایک ٹہنا لو جس میں سو شاخیں ہوں اور اس سے بیک وقت اس شخص کو مار دو (احکام القرآن)

مسند احمد' ابو داؤد' ابن ماجہ' طبرانی' عبدالرزاق اور دوسری کتب حدیث میں بھی اس کی تائید کرنے والی کئی حدیثیں موجود ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے مریض اور ضعیف پر حد جاری کرنے کے لیے یہی طریقہ مقرر فرمایا تھا البتہ فقہاء نے اس کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ ہر شاخ یا تنکا کچھ نہ کچھ مجرم کو لگ جانا چاہیے اور ایک ہی ضرب سہی مگر وہ کسی نہ کسی حد تک مجرم کو چوٹ لگانے والی بھی ہونی چاہیے- یعنی محض چھو دینا کافی نہیں بلکہ مارنا ضروری ہے- (۱۰)

۲- مویدین حیل کے نزدیک دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے :

کذلک کدنا لیوسف ماکان لیاخذ اخاه فی دین الملک الا ان یشاء

اللہ نرفع درجت من نشاء وفوق کل ذی علم علیم (۱۱)

(اس طرح ہم نے یوسف کی تائید اپنی تدبیر سے کی - اس کا یہ کام نہ تھا کہ بادشاہ کے دین (یعنی مصر کے شاہی قانون) میں اپنے بھائی کو پکڑ تا الا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحب علم سے بالاتر ہے -)

صاحب ضیاء القرآن اس آیت مقدسہ کے ضمن میں لکھتے ہیں :

یہاں دو امر تحقیق طلب ہیں - ایک کدنا کا معنی کیا ہے اور کیا اس کی نسبت ذات خداوندی کی طرف جائز ہے - عام طور پر کید کا معنی حیلہ سازی اور فریب دہی کیا جاتا ہے لیکن لغت عرب میں اس کے علاوہ کئی دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے - کسی کام کو کرنے کوئی تدبیر سوچنے اور ارادہ کرنے کے معنی میں بھی اس کا استعمال عام ہے - چنانچہ علامہ ابو عبداللہ قرطبیؒ لکھتے ہیں :

قوله تعالى كدنا معناه صنعنا عن ابن عباس' القتبی دبرنا' ابن الانباری اردنا (قرطبی)

(یعنی حضرت ابن عباسؓ نے کدنا کا معنی کیا ہے صنعنا بمعنی ہم نے یوں کیا اور قتبی نے اس کا معنی دبرنا کیا ہے کہ ہم نے یوں تدبیر کی - ابن الانباری نے اس کا معنی اردنا کیا ہے کہ ہم نے اس طرح ارادہ کیا اور بطور استشہاد کسی شاعر کا یہ شعر بھی ذکر کیا ہے -

کادت وکدت وتلک خیر ارادة

لوعاد من عهدالصبا ما قد مضى

(اس نے بھی ارادہ کیا اور میں نے بھی ارادہ کیا اور یہ ارادہ بڑا بابرکت تھا بشرطیکہ بچپن کا گزرا ہوا زمانہ لوٹ آئے)

یہاں کاد بمعنی ارادہ ہے اور اگر پہلا معنی ہی مراد ہو تو اسے اس کے انجام کے پیش نظر ذات باری کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے جس طرح امام رازی نے لکھا ہے :

فالكيد السعي في الحيلة والخديعة ونهايته القاء الانسان من حيث لا يشعر في امر مكروه ولا سبيل له الى دفعه فالكيد في حق الله محمول على هذا المعنى (كبير)

دوسرا امر جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ ان واقعات میں سے کس کو اللہ تعالی نے اپنی خصوصی تدبیر فرمایا ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر ذرا غور کیا جائے تو حقیقت عیاں ہو جاتی ہے - ہو سکتا تھا کہ اس قافلہ کی روانگی کے بعد فوراً انکو پیالہ کی گمشدگی کا پتہ نہ چلتا - کچھ دن گزرنے کے بعد انہیں معلوم ہوتا کہ پیالہ گم ہو چکا ہے - اتنے میں وہ مصر کی سرحد عبور کر کے چلے جاتے یا پہلے اپنے میں سے کسی کو چوری سے متہم کرتے اور ان کی طرف ان کا خیال ہی نہ جاتا یا یہ نوبت ہی پیش

نہ آتی کہ چور کی سزا کے متعلق ان ہی سے دریافت کیا جاتا اور اگر ان سے پوچھا بھی گیا تھا تو وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ جو بادشاہ کی مرضی ہو اس چور کو سزا دے- یہ سب ایسے احتمالات تھے جو اغلب الوقوع تھے اس لیے ان کو پیالہ کی گمشدگی کا فوراً علم ہو جانا' پھر ذہن کا فوراً ان کی طرف منتقل ہونا' پھر مجرم کی سزا کے متعلق ان سے پوچھنا اور پھر ان کا یہ سزا تجویز کرنا- یہ سب تدبیر الٰہی اور ارادہ ربانی کی کرشمہ سازی تھی اور اگر ان واقعات میں سے ایک آدھ کڑی بھی گم ہو جاتی تو پھر بنیامین کو رکھنے کی کوئی وجہ جواز آپ کو نہ مل سکتی- اللہ تعالیٰ کی تائید اگر تدبیر یوسفی کو حاصل نہ ہوتی تو حضرت یوسفؑ کے لیے اپنے ملکی قانون کے مطابق بھائی کو رکھ لینا ممکن نہ تھا-(۲۱)

۳- حامیان حیل نے اپنی حمایت میں تیسری دلیل اس حدیث نبوی ﷺ کو قرار دیا ہے:

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ وابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاء بتمر جنیب فقال اکل تمر خیبر ھکذا قال لاواللہ یارسول اللہ انا لنا خذالصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلث فقال لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا وقال فی المیزان مثل ذالک (۱۳)

(حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر ایک آدمی کو عامل مقرر کیا وہ اچھی کھجوریں لایا- آپ ﷺ نے فرمایا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ بلکہ ہم دو صاع کے بدلہ میں ایک صاع ایسی کھجوریں لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو سب کو درہموں کے ساتھ بیچ دو- پھر درہموں کے ساتھ عمدہ کھجوریں خریدو- ترازو میں بھی اس کی مانند فرمایا-

۴- حیلہ جات کے حامیوں کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ حیلہ جات تعریضات قولیہ کی طرح فعلی تعریضات ہیں اور اسی طرح جائز ہیں جس طرح قولی اشارات و کنایات- قولی تعریضات کا جواز اس حدیث سے ثابت ہے:

ان فی المعاریض لکفایۃ عن الکذب (۱۴)

اشارات و کنایات ہی کافی ہیں اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں-

حیلہ جات کے حامیوں کی پہلی دلیل جو نقل کی گئی ہے اور جس سے حیلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو ضربیں لگانے کی قسم کھائی تھی- اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ہی مرتبہ شاخوں کا ایک گٹھا مار کر قسم پوری کرنے کی اجازت عطا فرمادی- حیلہ جات کے حامیوں کے نزدیک یہ حیلہ کے جواز پر ثبوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو بتایا-

حیلہ جات کے جواز میں قرآن مجید کی جو دوسری آیت بیان کی گئی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے ارادۃ وہ برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا تھا اور یہ ان کو پکڑنے کے لیے ایک حیلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حیلہ جوئی پر یوسفؑ کی مدح فرمائی۔

حیلہ کے جواز میں تیسری دلیل کے ضمن میں جو حدیث نبوی ﷺ پیش کی گئی ہے اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نبوت میں کھجوروں کی بیع کھجوروں کے عوض ہوا کرتی تھی ایک طرف کم کھجوریں ہوتی اور دوسری طرف زیادہ۔ چنانچہ یہ ربا اور سود بن جاتا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے جواز کا ایک حیلہ یہ بتا دیا کہ ردی کھجوریں نقد قیمت کے عوض فروخت کر کے حاصل شدہ قیمت سے عمدہ کھجوریں خریدیں جائیں۔ اس سے بھی حیلہ جوئی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

حیلہ کے جواز میں چوتھی دلیل کے طور پر جو حدیث نبوی ﷺ پیش کی گئی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قولی تعریضات سے جب اشارہ و کنایہ کی بناء پر ظالم سے خلاصی ہو سکتی ہے تو فعلی تعریضات بھی جائز ہو سکتی ہیں۔

مخالفین حیل کے دلائل

قرآن و حدیث میں ایسے دلائل بھی موجود ہیں جن سے حیلہ جات کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ مخالفین حیل کے نزدیک پہلی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

۱۔ ولقد علمتم الذین اعتدوامنکم فی السبت فقلنالھم کونوا قردۃ خسئین (۱۵)

(اور تم ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے روز زیادتی کی۔ ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔)

واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذیعدون فی السبت اذتاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیھم کذلک نبلوھم بما کانوا یفسقون (۱۶)

(اور ذرا ان سے اس بستی کا حال پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ انہیں یاد دلاؤ وہ واقعہ کہ وہاں کے لوگ ہفتہ کے دن احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے اور یہ کہ مچھلیاں سبت ہی کے دن ابھر ابھر کر سطح پر ان کے سامنے آتی تھیں اور سبت کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ یہ اس لیے ہوتا تھا کہ ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔

ان دونوں آیات میں یہود کا واقعہ مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہفتہ کے دن بطور آزمائش شکار کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن یہود اس آزمائش پر پورے نہ اترے اور انہوں نے حیلہ سازیاں شروع

کر دیں- یہود حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے جمعہ کے دن جال پھینک دیتے یا ہفتہ سے قبل گڑھے کھود لیتے تاکہ ان میں مچھلیاں آ جائیں- پھر اتوار کے دن مچھلیاں نکال لیتے- ان کا خیال تھا کہ وہ اس حیلہ سازی کی بناء پر اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں مگر اس تعدی پر خدا نے انہیں سزا دی- ان کا حلیہ تبدیل کر کے انہیں بندر بنا دیا- چنانچہ ان پر آیات سے حیلہ جوئی اور استہزا بالدین کا بطلان ثابت ہوتا ہے-

۲- حیلہ کے عدم جواز میں دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے :

انا بلونهم كما بلونا اصحب الجنة اذا قسمواليصرمنها مصبحين- (۱۷)

(ہم نے ان کو باغ والوں کی طرح آزمایا جب کہ انہوں نے حلف اٹھایا تھا کہ صبح ہونے تک اسے کاٹ ڈالیں گے-)

اس آیت میں ایسے افراد کا تذکرہ ہے جن کا باغ تھا انہوں نے صدقہ سے بچنے کی خاطر راتوں رات فصل کاٹنی چاہی جس پر اللہ تعالی نے انہیں سزا دی کیونکہ اس طرح انہوں نے فقراء و مساکین کے حق کو ساقط کرنے کی حیلہ گری کی تھی-

۳- حیلہ کے عدم جواز پر تیسری دلیل یہ آیت مقدسہ ہے :

ان المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم (۱۸)

(منافق خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالی انہیں اس دھوکہ کی سزا دیں گے-)

اس آیت میں فریب دہی اور دھوکہ دہی کو قابل مذمت ٹھہرایا گیا ہے- اس طرح بیع میں ربا کے لیے حیلہ جوئی کرنا اور نکاح کی صورت میں عورت کو حلال ٹھہرانا دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا قرآن و سنت ہر دو کی رو سے حرام ہے- قرآن مجید میں ارشاد ہے :

ولا تتخذوا ايت الله هزوا (۱۹)

اور اللہ کی نشانیوں کو کھیل نہ بناؤ-

حدیث شریف میں مذکور ہے :

لاتحل الخديعة لمسلم (۲۰)

کسی مسلمان کے لیے دھوکہ دینا جائز نہیں-

۴- حیلہ کے عدم جواز پر چوتھی دلیل حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہے-

انما الاعمال بالنية وانما لامرى مانوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن هاجر الى دنيا يصنيبها او

امراة یتزوجها فهجرته الی ماهاجر الیه (۲۱)
اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس کی نیت ہو گی جو شخص خدا اور رسول کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت خدا اور رسول ہی کے لیے ہو گی جو شخص دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت کو نکاح میں لانے کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

۵-حیلہ کے عدم جواز پر پانچویں دلیل یہ حدیث نبوی ﷺ ہے-آپ نے فرمایا:

لایجمع بین المتفرق ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة (۲۲)
الگ الگ جانوروں کو زکواۃ کے ڈر سے اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھے مال کو جدا بھی نہ کیا جائے۔

۶-حیلہ کے عدم جواز پر چھٹی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے-آپ ﷺ نے فرمایا:

قاتل الله الیهود حرمت علیهم الشحوم فجملوها فباعوها (۲۳)
اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے-ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلایا اور بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

۷-حیلہ کے عدم جواز پر ساتویں دلیل یہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے مقروض سے ہدیہ لینے سے منع فرمایا-آپ کا ارشاد ہے-

''تم میں سے کوئی قرض لے پھر قرض خواہ کو ہدیہ بھیجے یا اسے سواری پر بٹھائے تو قرض دینے والا نہ سوار ہو نہ اس کا ہدیہ قبول کرے الا یہ کہ ان میں پہلے بھی ایسی راہ ورسم جاری ہو-(۲۴)

حیلہ جات کے جواز اور عدم جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل و براہین پیش کرنے کے بعد یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ متقدمین و متاخرین فقہاء کے نزدیک حیلہ کا اطلاق کتنی اقسام پر مشتمل ہے-حافظ ابن قیم کے نزدیک فقہاء تین قسموں پر حیلہ کا اطلاق کرتے ہیں۔

پہلی قسم

پہلی قسم وہ خفیہ طریقے ہیں جن سے ایک حرام چیز کو حلال کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ اس طرح کہ ایک معاملہ کو ایسی شرعی شکل دے دی جائے جن پر ظاہر النصوص شرعیہ منطبق ہو سکیں مگر اصلی مقصد یہ ہو کہ شریعت کی ایک حرام کردہ چیز کو حلال کر دیا جائے مثلاً وہ حیلے جو لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے حاصل کرنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں یا ایک غیر شرعی امر کو شریعت کا لباس پہنانے کے لیے حیلہ تلاش کرنا جیسے نکاح حلالہ 'بیع عینہ یا جیسے عورت کا فسخ نکاح کے لیے حیلہ تلاش کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اس نے ولی کو اجازت نہیں دی تھی حالانکہ نکاح کرتے وقت وہ عاقلہ بالغہ تھی یا بیع کا فسخ بیع کے لیے حیلہ جوئی کرتے ہوئے یہ کہنا کہ وہ بیع کرتے وقت اس چیز کا

مالک نہ تھا اور جو مالک تھا اس نے اجازت نہیں دی تھی۔

ابن قیم اس قسم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا قسم کے حیلہ جات کے بارے میں کسی مسلمان کو مجال شک و شبہ نہیں کہ کبیرہ گناہ اور شرعی محرمات کی بدترین قسم ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین سے استہزا اور اس کو لہو و لعب قرار دینے کے مترادف ہیں۔ یہ کذب بیانی کی بناء پر حرام ہیں اور مقصود کے اعتبار سے بھی محرمات میں داخل ہیں کیونکہ ان کا مقصد حق کو باطل قرار دینا اور باطل کا اثبات ہے۔ ہر وہ حیلہ جو بذات خود اگرچہ حلال ہو مگر ابطال حق کا وسیلہ بنتا ہو وہ حرام ہے حیلہ کبھی کذب و افترا ہونے کے اعتبار سے حرام ہوتا ہے مگر بایں ہمہ وہ اثبات حق اور تردید باطل کا واحد ذریعہ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا حق دوسرے شخص کے ذمہ واجب الادا ہے اس کو صرف بینہ اور شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہو مگر شہادت موجود نہ ہو اور مدعی دروغ گوئی سے کام لینے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کے لیے یہ حیلہ جائز ہوگا جب کہ مقصود جائز اور حلال ہے مگر وسیلہ حصول حرام ہے۔(۲۵)

کیا جائز کام اور اپنے حق کے حصول کے لیے ایک شخص کو اجازت ہے کہ وہ باطل کی آغوش میں پناہ لے۔ حافظ ابن قیم اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں وہ شخص ناجائز وسیلہ اختیار کرنے کی بناء پر ضرور گناہ گار ہوگا اگرچہ مقصود جائز ہی کیوں نہ ہو اسی صورت پر یہ حدیث محمول ہے:

اد الا مانة الی من أتمنک و لا تخن من خانک (۲۶)

امانت ادا کرو اور کسی کی خیانت کے جواب میں خیانت نہ کرو۔

اسلام نے جہاں ان ظاہری وسائل کو حرام کیا ہے جو محرمات کا باعث بنتے ہیں وہاں اس نے ان خفیہ ذرائع اور شیطانی حیلوں کو بھی حرام قرار دیا ہے جن کے پس پردہ حرام کو حلال کیا جا سکتا ہے۔ امام ابن قیم کے نزدیک محرمات اور مکروہات کے وسائل بھی حرام یا مکروہ ہوتے ہیں اور عبادات کے وسائل قابل تحسین۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسباب و وسائل مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا اسباب اور مقاصد دونوں مقصود بالذات ہیں مگر مقصدیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ پس اسباب اس اعتبار سے مقصود ہیں کہ وہ وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں اور مقاصد اس لحاظ سے مقصود ہیں کہ وہ نمایاں کا درجہ رکھتے ہیں۔

ذریعہ کی تعریف اور اس کی اقسام

امام ابن قیم ذریعہ کی تعریف یہ کرتے ہیں:

ماکان وسیلة و طریقا الی الشئی (۲۷)

ذریعہ وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کا وسیلہ اور راستہ ہو۔

امام ابن تیمیہ ذریعہ کی تعریف یوں کرتے ہیں :
''ذریعہ یہ ہے کہ جو شے مقصود تک پہنچانے کا وسیلہ ہو سکے وہ درست ہے اور جو شے ممنوعات تک پہنچانے والی ہو وہ ممنوع ہے چنانچہ اس بات کا مقصد ہوا کہ تمام وسائل بھی مقاصد اور اسباب کے حکم میں داخل ہوتے ہیں'' -(۲۸)

ذرائع کی اقسام

امام ابو اسحٰق شاطبی نے ذرائع کی تین اقسام بیان کی ہیں :
۱- ایک وہ جن سے باتفاق روکا گیا ہے جیسے یہ جانتے ہوئے بتوں کو گالی دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے اور کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا جس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس گالی دینے والے کے والدین کو گالی دے کیونکہ اسے حدیث میں خود اپنے والدین کو گالی دینے والا شمار کیا گیا ہے اور جیسے یہ جانتے ہوئے مسلمان کی راہ میں گڑھا کھودنا کہ وہ اس میں گر پڑیں گے اور جیسے یہ جانتے ہوئے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا دینا کہ اسے مسلمان کھائیں گے -
۲- ذرائع کی دوسری قسم جو باتفاق ممنوع نہیں ہیں جیسے اگر انسان اپنے غلہ سے بہتر یا جنس میں اس سے کم تر خریدنا چاہے تو وہ اپنے سامان کو بیچنے کا حیلہ کرے تاکہ وصول شدہ قیمت سے وہ اپنی مقصود چیز حاصل کرے بلکہ تمام تر تجارتیں ایسی ہی ہیں کیونکہ جو مقصود اس کے لیے مباح کیا گیا ہے وہ تو اسی حیلہ کی راجع ہے کہ وہ سامان تجارت میں درہم خرچ کرے پھر اس سے زیادہ وصول کرے -
۳- ذرائع کی تیسری قسم وہ ہے جو مختلف فیہ ہے اور ہمارا مسئلہ اس قسم سے متعلق ہے (۲۹)

دوسری قسم

یہ ہے کہ وہ تدبیر و حیلہ بھی مشروع ہو اور اصل مقصود بھی مشروع اور جائز ہو اور یہ وسائل حصول مقصد کے اسباب قرار دیے گئے ہوں - یہ قسم ان تمام شرعی اسباب میں شامل ہے جنہیں شارع نے وضع کیا ہے اور انہیں ان کے شرعی مقتضیات کا ذریعہ بنایا ہے - ان حیلہ جات میں اسباب شرعیہ کو آخری حد تک کسب کمال کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے - یہ قسم ایک عمدہ تدبیر ہے جس کا فاعل لائق ستائش ہوتا ہے نہ کہ قابل مذمت - جو مفتی ان حیلہ جات کی روشنی میں فتویٰ دیتا ہے وہ ایک خالص حلال چیز کا حکم دیتا ہے اور میرے خیال میں تو حیلہ کی جو تعریف فقہاء نے کی ہے وہ سرے سے ان پر صادق ہی نہیں آتی لہٰذا انہیں حیلہ قرار دینا کسی طرح موزوں نہیں -(۳۰)

تیسری قسم

ایک ایسے مباح و جائز طریقہ کو حق کے حاصل کرنے یا دفع ظلم کا ذریعہ بنایا جائے جو طریقہ وضع اس کے لیے نہیں کیا گیا بلکہ بنایا گیا دوسری اغراض کے لیے ہوتا ہے مگر اسے ایک صحیح مقصد کے وسیلہ کے طور پر استعال کیا جائے یا اس کی وضع تو اسی مقصد کے لیے ہوتی ہو مگر عام طور پر وہ معلوم نہ ہو۔ دوسری اور تیسری قسم میں فرق یہ ہے کہ دوسری قسم میں وسیلہ کی وضع اس کے مقصد کے لیے بالکل واضح ہوتی ہے۔ اس راستہ پر چلنا ایک عام معمول ہے جب کہ تیسری قسم میں وسیلہ کی غرض مختلف ہوتی ہے اور اسے ایسے مقصد کے لیے استعال کیا جاتا ہے جس کے لیے اسے وضع نہیں کیا گیا یا وسیلہ اس مقصد کو پہنچا دیتا ہے مگر یہ عام لوگوں کی حدود علم سے باہر ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص دو سال کی مدت کے لیے ایک مکان کرایہ پر لے اور اسے خطرہ لاحق ہو کہ مالک اس دوران اس سے دھوکہ نہ کرے اور ناجائز طریقہ سے کرایہ کو فسخ نہ کر دے تو کرایہ پر دینے والا یوں کہہ دے کہ مجھے دراصل اس کا اختیار حاصل نہ تھا یا یہ کہ میرے کرایہ پر دینے سے قبل یہ مکان کسی اور کو کرایہ پر دیا جا چکا تھا تو اس میں کرایہ دار کے لیے محتاط صورت یہ ہے کہ وہ مالک کو کرایہ پر حاصل کردہ چیز پر قابض ہونے کا ذمہ دار ٹھہرا لے۔ چنانچہ اندریں صورت اگر اس میں کسی اور کا حق ثابت ہو جائے یا کسی وجہ سے اجارہ فاسد ٹھہرے تو کرایہ دار مالک سے وہ رقم وصول کر سکے گا جو وہ اسے ادا کر چکا تھا۔ (۳۱)

احکام شریعت اور ان کی مصلحتیں

احکام شریعت میں انسانوں کے مصالح کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اور شریعت کا کوئی بھی حکم ایسا نہیں جو ان مصلحتوں سے خالی ہو چنانچہ علامہ ابن القیم نے مقاصد شریعت کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

"شریعت کی بنیاد حکمتوں اور لوگوں کی دنیاوی و اخروی فلاح و بہبود پر ہے اور شرع کل کی کل انصاف ہے، سراسر رحمت اور حکمت ہے پس جس مسئلے میں انصاف کی جائے ظلم ہو، رحمت کی جائے زحمت ہو، فائدے کی جائے نقصان ہو اور عقل کی جائے بے عقلی ہو وہ شریعت کا مسئلہ نہیں اگرچہ اسے بذریعہ تاویل شرع میں داخل کر لیا گیا ہو۔ پس شریعت خدا کے بندوں میں اس کا انصاف ہے اور اس کی مخلوق میں اس کی رحمت ہے۔ اسی سے زندگی ہے، غذا ہے اور دوا ہے، نور ہے، شفا ہے اور حفاظت ہے۔ زندگی کی ہر بھلائی شریعت سے وابستہ ہے اور زندگی کے ہر نقصان کا سبب ترک شریعت ہے۔ چنانچہ جو شریعت خدا نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی وہ عالم کا ستون ہے اور دنیا اور آخرت کے تمام حلقہ ہائے فلاح و بہبود کا مرکز ہے۔ (۳۲)

احکام شریعت کی اقسام:

احکام شریعت دو قسموں میں منقسم ہیں-اول :امر :دوم : نہی

امر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں--اوامر جو مقصود بالذات ہیں-دوسرے جو مقصود کے لیے وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں- نہی کی بھی دو قسمیں ہیں- جس میں کوئی ذاتی قباحت پائی گئی ہو-دوسری وہ ہے جو فساد کا وسیلہ ہے (۴۳)

احکام شریعت میں حیلہ جات کی قباحت یہ ہوتی ہے کہ ان کی بدولت شرعی مقاصد کو نظر انداز کر کے حیلہ گر کی خواہشات کو پورا کیا جاتا ہے- شرعی اوامر خاص مصالح کے تحت مشروع ہوئے ہیں مثال کے طور پر زکواۃ ادا کرنے کا فلسفہ یہ ہے کہ غرباء و فقراء اور مساکین کی مالی معاونت کی جائے- چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان مقدس کا یہی مفہوم ہے جو آپ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا:

ان الله عزوجل فرض عليهم صدقة توخذ عن اغنياء هم فترد على فقرائهم (۴۴)

اللہ جل شانہ نے ان پر زکواۃ فرض کی ہے جو دولت مندوں سے لی جائے گی اور انہی کے ناداروں میں تقسیم کی جائے گی-

دنیائے اسلام کے نامور اصولی فقیہہ علامہ شاطبی نے احکام شریعت اور ان میں بندوں کے مصالح پر سیر حاصل بحث کی ہے-وہ لکھتے ہیں-

''احکام بندوں کے مصالح کے لیے مشروع کئے گئے ہیں تو اعمال کا اعتبار انہیں مصالح سے ہوگا کیونکہ ان میں شارع کا مقصود یہی ہے گویا جب کوئی کام اپنے ظاہر و باطن میں مشروع کی اصل پر ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر اس کام کا ظاہر تو شرع کے موافق ہو مگر مصلحت مخالف ہو تو ایسا فعل غیر صحیح اور غیر مشروع ہے کیونکہ شرعی اعمال سے فی نفسہ وہ اعمال مقصود نہیں ہوتے- ان سے قصد تو دوسرے امور کا ہوتا ہے جو ان کے معانی ہیں-اور یہ معانی وہ مصالح ہیں جن کی وجہ سے یہ اعمال مشروع ہوئے-اب جو شخص اس وضع کے علاوہ کسی دوسرے طریق پر عمل کرے گا تو یہ مشروعات کی وضع نہ ہوگی-

ہم جانتے ہیں کہ ہر دو کلمات شہادت کی زبان سے ادائیگی اور نماز وغیرہ ایسی عبادات ہیں جو تقرب الی اللہ اور اس کی طرف رجوع کے لئے مشروع کی گئی ہیں اور اس کے افراد اللہ تعالی کی تعظیم و اجلال اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اعضاء کے ساتھ دل کی مطابقت ہے تو جب کوئی شخص یہ کام اس قصد سے کرے کہ اسے دنیاوی مفادات میں سے کوئی مفاد حاصل ہو یا کوئی

تکلیف دور ہو یا کوئی فائدہ حاصل ہو جیسے شہادتین کے اقرار کرنے والے کا قصد اپنے جان و مال کی حفاظت ہو اس کے علاوہ کچھ نہ ہو یا لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھنے والے کا قصد یہ ہو کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے یا دنیا میں اسے کوئی رتبہ حاصل ہو تو ایسے عمل میں کوئی چیز بھی مشروع نہیں کیونکہ جس مصلحت کے لیے یہ کام مشروع کیا گیا تھا وہ حاصل نہ ہوئی بلکہ اس کا مقصود تو اس مصلحت کے برعکس ہے۔

اسی بنا پر ہم مثال کے طور پر زکواۃ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی مشروعیت سے مقصود لالچ جیسی رذیل خصلت کو دور کرنا ہے اور اس کی مصلحت مساکین سے نرمی کا سلوک کرنا اور جو لوگ بھوکے مر رہے ہوں انہیں زندہ کرنا ہے۔ اب جو شخص زکواۃ کے وجوب سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے سال کے آخر میں اپنا مال ہبہ کر دیتا ہے پھر جب اگلا سال ختم ہونے کو آتا ہے اس وقت یا اس سے پہلے وہ ہبہ واپس طلب کر لیتا ہے تو اس طرح تو لالچ کے وصف میں تقویت ہوئی اور اس میں اضافہ ہو گیا اور اس کی مصلحت بھی پوری نہ ہوئی اور مسکینوں کو کچھ بھی نہ ملا تو معلوم ہوا کہ ایسے ہبہ کی صورت وہ نہیں جس کی شرع نے ترغیب دی ہے کیونکہ ہبہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو ہبہ کیا جا رہا ہے اس پر احسان اور اس سے ہمدردی ہو اور خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اس پر فراخی ہو اور اس سے دوستی اور الفت پیدا ہو اور یہ ہبہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اب اگر یہ ہبہ مشروع طریق پر حقیقتاً تملیک ہوتی تو وہ ہمدردی اور فراخی کی مصلحت کے موافق ہوتی اور لالچ جیسی رذیل خصلت دفع ہو جاتی۔ گویا اس طرح زکواۃ کی ادائیگی سے فرار کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ غور فرمائیے کہ عمل میں مشروع قصد کبھی شرعی قصد کو منہدم نہیں کرتا اور غیر شرعی قصد ہی شرعی قصد کو منہدم کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر زوجین اپنی اپنی زوجیت میں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں تو اس سے فرار کی خاطر بیوی کے لیے فدیہ مشروع کیا گیا ہے۔ عورت کے لیے مباح ہے کہ وہ بطیب خاطر خاوند سے اپنی عصمت خرید لے۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ کسی ممنوع کام میں نہ جا پڑے۔ لہذا اس عورت نے اپنے اور اپنے خاوند کے درمیان اصلاح حال کے لیے اپنا مال خرچ کیا۔ یہ ہے بھلے طریقے سے رخصت کرنا اور یہ شرعی مقصد ہے جو مصلحت کے مطابق ہے جس میں نہ اب کوئی فساد ہے نہ آئندہ ہو گا۔ اب اگر شوہر عورت کو تکلیف دے تاکہ بیوی اس کو فدیہ کی رقم دے تو اس نے ایسا عمل کیا جو غیر مشروع ہے جب کہ اس عورت کو بلاوجہ ستایا گیا ہے حالانکہ اسے ستائے بغیر بھی جدائی کے لیے فدیہ وصول کرنے کی قدرت تھی تو جب عورت فدیہ دے کر اس سے رخصتی طلب کرے تو یہ بھلے طریقے سے رخصت کرنا نہیں اور نہ ہی اس میں اس خوف کی بات ہے کہ زوجین اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں۔ کیونکہ ایسا فدیہ تو ایک لاچار کا فدیہ ہے خواہ یہ عورت کے لیے اضرار سے نکلنے کی خاطر اور اضطرار کی رو سے جائز ہے لیکن ایسا فدیہ لینا مرد کے لیے ناجائز ہے کیونکہ یہ اس نے غیر مشروع طریق پر لیا ہے۔(۳۵)

اسی طرح منہیات سے اجتناب کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ان میں مفاسد پائے جاتے ہیں مثال کے طور پر ربا (سود) سے اس لیے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس سے دولت مند کی دولت میں اور غریب کی غریبی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مالدار ہو جاتا ہے- یہ چیز کینہ اور بغض پیدا کرتی ہے اور سماج کے درمیان باہمی کشمکش کی آگ بھڑکاتی ہے چنانچہ ربا کی حرمت و ممانعت میں یہی حکمت و مصلحت ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یمحق اللہ الربا ویربی الصدقت واللہ لا یحب کل کفار اثیم (۳۶)

خدا سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا ہے اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور خدا کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا-

پس شرعی اوامر کو ساقط کرنے اور منہیات کے جواز کے لیے حیلہ گری کرنے کا مطلب یہ ہو گا کہ شارع کے مقصد کو باطل قرار دے کر حیلہ جو کی خواہشات کو بروئے کار لایا جائے- ابن قیم حیلہ جات کے مباح ہونے پر اظہار حیرت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حیلہ جات سے منہیات مباح ہو جائیں- فرائض ساقط قرار پائیں اور نوع انسانی مصلحتوں کے پیش نظر جو حقوق انسانوں پر عائد کیے گئے تھے اور جن کی تکمیل صرف شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہو سکتی ہے ان کو ضائع کر دیا جائے (۳۷)

امام موصوف مزید فرماتے ہیں :

اس کے پہلو بہ پہلو یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ شرعی مامورات کو حسن ذاتی کی بنا پر مشروع کیا گیا ہے اور ان کا حکم دینے سے وہ ذاتی حسن اور دوبالا ہو گیا- منہیات سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ذاتی طور سے قباحت پائی جاتی ہے اور جب ان سے روک دیا گیا تو یہ قباحت اور بڑھ گئی- جب ان اوامر کو ساقط کرنے اور منہیات کو مباح ٹھہرانے کے لیے حیلہ جوئی سے کام لیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے ان کا اصلی حسن و قبح زائل نہیں ہو سکتا اور جب حسن و قبح میں تبدیلی پیدا ہونے کا امکان نہیں ہے تو ان کا حکم بھی ناقابل تبدیل ہو گا-

علاوہ ازیں مامورات و منہیات میں تغیر پیدا کرنے سے وہ مصالح قطعی طور سے مفقود ہو جاتے ہیں جو شارع کا اصلی مقصود تھا- مثلاً زکواۃ و حج ایک خاص مصلحت کے تحت مشروع ہوئے ہیں- جب ان کو حیلہ گری سے ساقط کیا جائے گا تو مصلحت زائل ہو جائے گی یا حدود شرعیہ لوگوں کی زجر و تو بیخ کے لیے مقرر کیے گئے ہیں حیلہ جوئی سے اگر ان کو ساقط کر دیا جائے تو ان کا مقصد زائل ہو جائے گا- ربا کو ضرر کی بنا پر حرام قرار دیا گیا ہے اس کو مباح کرنے سے شرعی مقصد ختم ہو جائے گا- علی ہذا القیاس تمام شرعی منہیات کی یہی حالت ہے- (۳۸)

احناف کے مجوزہ حیل کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟

شیخ محمد ابو زہرہ نے احناف کے مجوزہ حیل پر جو تحقیق کی ہے وہ حیلہ جات کی اصل تک رسائی کے قابل ہے۔ حیل کے بارے میں احناف کے مسلک کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

سوال یہ ہے کہ متقدمین ائمہ حنفیہ کے مجوزہ حیلہ جات کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ جو حیلے امام ابو حنیفہ کی جانب منسوب ہیں اور پھر آپکے اصحاب و تلامذہ نے آپ کا یہ فقہی طرز و منہاج آپ سے سیکھا آیا ان کا تعلق حیلہ جات کی اس قسم سے ہے جس سے شارع کے حلال و حرام سے متصلہ مقاصد ختم ہو جاتے ہیں اور اسلامی شریعت کے وہ بلند پایہ اغراض و غایات فوت ہو جاتے ہیں جو اسلامی احکام و شرائع میں ملحوظ ہیں یا ان حیل کی غرض ان مقاصد کو آسان بنانا اور شرعی حقوق تک پہنچنے کے ایسے ذرائع کو واضح کرنا ہے جن کے راستہ میں فقہی حدود و قیود حائل نہ ہو سکیں اور بعض حالات میں ان تک پہنچنا دشوار نہ ہو۔ اندریں صورت ان حیلہ جات کا مقصد یہ ہوگا کہ بعض فقہی شرائط کے نفاذ کرنے میں جو ظلم اور ضیاع حق پایا جاتا ہے اس کو رفع کیا جا سکے اور ان شرائط کی تطبیق اور حقوق کا نفاذ کسی ظلم و تعدی اور شرع اسلامی کو ترک کیے بغیر عمل میں آسکے۔ بنابریں خصاف کی کتاب الحیل والمخارج اور امام محمد کی کتاب الحیل کے دقیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کے حیلہ جات کا تعلق دوسری قسم سے ہے نہ کہ پہلی قسم سے۔ حافظ ابن قیم کے ذکر کردہ اقسام میں یہ تیسری قسم میں داخل ہیں۔ ان حیلہ جات سے اپنا حق حاصل کیا جاتا ہے یا ایسے مباحات سے ظلم کا ازالہ کیا جاتا ہے جو درحقیقت اس کے لیے وضع نہیں کیے گئے مگر حصول حق یا دفع ظلم کے لیے ان سے کام لیا جاتا ہے۔ (۳۹)

عبادات میں حیلوں سے احتراز :

شیخ محمد ابو زہرہ مصری نے حیات امام ابو حنیفہ میں ذکر کیا ہے کہ خصاف کی کتاب الحیل والمخارج اور امام محمد کی کتاب الحیل دونوں کے باب العبادات میں ہمیں صرف ایک ہی حیلہ مل سکا ہے جو متعلقہ زکواۃ ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان ائمہ اعلام کا عبادات کو حیلوں سے دور رکھنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ اکابر حیلہ جات سے شرعی مقاصد کو ٹالنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ظاہری اتباع دین سے مخلصی چاہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادات نیت پر مبنی ہیں جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندہ کے باہمی رابطہ سے ہے وہی اس پر گرفت کرے گا۔ وہی علیم و خبیر ہے اور کائنات عالم کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ عبادات کا مسئلہ بندہ و خدا کے باہمی تعلق سے عبارت ہے جزا و سزا کا انحصار بھی نیت کی اچھائی یا برائی پر ہے۔

جو حیلہ زکواۃ کے بارے میں منقول ہے اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ جملہ امور میں بہتر امر کو ترجیح دینی چاہیے اور شریعت کے بلند مقاصد کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے کا مقروض ہو قرض خواہ یہ سمجھتا ہو کہ جو زکواۃ میرے ذمہ واجب الادا ہے اس کا سب سے زیادہ حقدار مقروض ہے اس کا خیال ہے کہ مقروض کو زکواۃ دینے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اس کا قرض اسے معاف کر دیا جائے مگر وہ محسوس کرتا ہے کہ بعض فقہی شرائط اس کے اس مقصد میں سنگ راہ ہیں جو شرعی مقاصد کے مطابق ہے اور اس کے بالکل منافی نہیں وہ فقہی شرط یہ ہے کہ فقیر کو زکواۃ کا مال سپرد کرتے وقت نیت کرنی چاہیے کہ یہ زکواۃ کا مال ہے لیکن یہاں یہ صورت نہیں اس لیے کہ پیش آمدہ صورت میں سپرد کرنا ہی نہیں تو نیت کیسے کی جائے گی۔ خصاف اس مسئلے میں ایک حیلہ ذکر کرتے ہیں کہ امام صاحب سے سوال ہوا۔

"ارشاد فرمایئے اگر ایک شخص کا کچھ مال ایک فقیر کے ذمہ واجب الادا ہو وہ چاہتا ہے کہ اپنا قرض مقروض پر صدقہ کر دے اور اس کو اپنے مال کی زکواۃ شمار کرے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اس طرح زکواۃ ادا نہ ہوگی۔ میں نے دریافت کیا پھر اس کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ ارشاد ہوا اس کا طریقہ یہ ہے کہ مقروض کو اپنے قرض کے برابر مال دے دے اور اس کو اپنے مال کی زکواۃ شمار کرے۔ مقروض اسے لے کر ادائیگی قرض کے لیے قرض خواہ کو دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جو مال قرض خواہ نے مقروض کو دیا ہے وہ اسے اپنے مال کی زکواۃ تصور کر سکتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر قرض خواہ کا کوئی شریک ہو تو اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام صاحب نے ارشاد فرمایا۔ اس سے مخلصی کا طریقہ یہ ہے کہ مقروض قرض خواہ کے حصہ کے برابر رقم بطور ہبہ دے۔ قرض خواہ وصول کرنے کے بعد دوبارہ قرض کو لوٹا دے اور اسے اپنے مال کی زکواۃ تصور کرے اس طرح اس کی زکواۃ ادا ہو جائے گی۔ پھر اپنے حصہ کا قرض اسے معاف کر دے۔ مقروض اس طرح قرض سے بری ہو جائے گا اور قرض خواہ کا شریک اس میں شرکت نہ کر سکے گا۔ (۴۰)

مذکورہ بالا حیلہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ متقدمین ائمہ احناف کے نزدیک حیلہ جات کا مقصد شرعی احکام کو گرانا نہ تھا اور نہ یہ کہ ان کی ظاہری شکل تو باقی رہے اور اندر سے مناقض شرع احکام اسلامیہ کو کھوکھلا کر دیا جائے جس سے ان کی وہ حکمتیں، مصلحتیں اور بلند پایہ اغراض و مقاصد ختم ہو جائیں جن کے پیش نظر وہ مشروع ہوئے تھے۔

فقہائے احناف کے حیلوں کی درجہ بندی

شیخ محمد ابو زہیرہ مصری نے امام محمد اور امام خصاف کی ہر دو کتاب الحیل کے مندرجات کی تحقیق اور جانچ پڑتال کرنے کے بعد ان فقہی حیلوں کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم کے مسائل

قسم اول کا تعلق حلف و یمین کے مسائل سے ہے۔ایسے حیلہ جات تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ان میں سے بعض امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی مروی ہیں ایسے حیلہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب قسم پر اصرار کرنے اور اس کا اسلامی حل' تلاش نہ کرنے میں شدید حرج پایا جاتا ہو تو اس سے مخلصی پانے کا شرعی راستہ تلاش کیا جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم کبھی سخت غصہ کی حالت میں کھائی جاتی ہے اور آدمی قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں ایسا نہیں کروں گا یا ضرور کروں گا۔جب غصہ فرو ہوتا ہے تو سخت تنگی محسوس کرتا ہے۔چنانچہ قسم میں حانث ہونے سے بعض اوقات طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اور یمین طلاق چاروں مذاہب کے فقہاء کے یہاں معتبر ہے اگر اس کو نافذ کر دیا جائے تو خاوند بیوی میں علیحدگی کا خطرہ ہو اور اگر اسے کالعدم قرار دیا جائے تو فقہاء کی نگاہ میں بیوی خاوند کی باہم مباشرت حرام ٹھہرے گی۔لہذا جو فقیہہ ایسی قسم سے مخلصی کی راہ نکالتا ہے وہ شریعت اسلامیہ کے کسی مقصد کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ایک لا ینحل عقدہ کو وا کرتا ہے۔وہ مومن کی لغزش کو معاف کرتا' اس کی تنگی میں وسعت پیدا کرتا اور ازالہ حرج کرتا ہے۔پس ایسے حیلہ کے مستحسن اور مشروع ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔(۴۱)

ہم یہاں اس کی دو مثالیں بیان کرتے ہیں۔پہلی مثال کا تعلق یمین طلاق سے ہے اور دوسری مثال عام قسموں سے متعلق ہے۔

یمین طلاق

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھ پر تین طلاق ہیں۔اگر تو مجھ سے خلع کی درخواست کرے اگر میں تجھے خلع نہ کروں اور عورت مذکورہ نے اپنے مملوکوں کے آزاد ہو جانے پر اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی اگر اس سے رات ہونے سے پہلے خلع نہ مانگے۔پس مرد مذکور امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دریافت کیا تو امام صاحب نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو اس سے خلع کی درخواست کر۔پس اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تو مجھے خلع کر دے۔پس امام ابو حنیفہؒ نے اس کے شوہر سے فرمایا کہ تو کہہ کہ میں نے تجھے ہزار درہم پر خلع دیا کہ تو یہ ہزار درہم مجھے دے۔پس اس کے شوہر نے یوں کہا پھر امام ابو حنیفہؒ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو کہہ میں اس کو نہیں قبول کرتی ہوں۔پس عورت مذکورہ نے اس سے کہا میں اس کو نہیں قبول کرتی ہوں۔پھر امام صاحب نے دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں میاں بیوی جاؤ تم دونوں کی قسم اتر گئی۔(۴۲)

دوسرا حیلہ جب کہ عورت مذکورہ نے اپنے مملوکوں کے آزاد ہو جانے اور اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی ہے تو عورت مذکورہ کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اس سب کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس پر اس کو اعتماد ہو پھر وہ تمام دن گزر جاوے اور رات ہونے سے پہلے شوہر سے خلع کی درخواست نہ کرے یہاں تک کہ جب رات آدے گی تو اس کی قسم اتر جاوے گی مگر قسم کی جزا کچھ نہ ہووے گی اس واسطے کہ اس کی ملک میں کچھ مال ہے نہیں پھر اس کے بعد مشتری سے بیع کا اقالہ کرے یہ محیط میں ہے۔(۴۳)

حلف شراء

امام محمد فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص حلف اٹھا کر کہے کہ میں فلاں شخص سے کپڑا خرید نہیں کروں گا۔ پھر وہ کپڑا خریدنے پر آمادہ ہو مگر قسم کو توڑنا بھی نہیں چاہتا تو وہ کسی اور شخص کو وکیل بنالے اور وہ اس کے لیے اس سے کپڑا خرید کر لے اس طرح اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ بیع و شرا کے معاملات وکیل کی طرف سے ہوتے ہیں گو حقوق بیع موکل کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔
عرف عام میں بیع و شرا کا مباشر وہی شخص سمجھا جاتا ہے جو عملی طور سے اسے سرانجام دیتا ہے۔
قسم کی تشریح عرف عام کے مطابق کی جاتی ہے اور اسی سے مقیدر ہتی ہے لہذا اس شخص کی قسم اس صورت سے وابستہ ہو گی جب بذات خود وہ کپڑا خرید کرے اور اگر اس کی نیابت میں دوسرا شخص یہ فعل سرانجام دے تو یہ قسم اس پر مشتمل نہ ہو گی۔
امام محمد رحمہ اللہ اس کا خاص خیال رکھتے تھے کہ حیلہ کی بناء پر قسم ایک مذاق بن کر نہ رہ جائے اور اس کے الفاظ کی تشریح و توضیح ایک کھیل نہ سمجھا جائے لہذا وہ فرماتے ہیں جب قسم کھانے والا عرف و عادت میں بیع و شراء کا کام خود سرانجام نہ دیتا ہو جیسے خلیفہ اور والی ریاست تو وکیل کے خرید کرنے سے بھی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس کے حلف اٹھانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ وکیل کے ذریعہ یہ کام سرانجام نہ دے گا۔ چنانچہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ امام محمد طرح سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا آپ کے لیے یہی بات ہے۔ یعنی حلف اٹھانے والا اگر بذات خود بیع و شرا انجام نہ دیتا ہو تو وہ وکیل کے خرید کرنے سے بھی حانث ہو جائے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ حیلہ کا مطلب صرف یہی نہ تھا کہ ایک معاملہ بظاہر ہی شریعت کے مطابق ہو بلکہ یہ بھی ضروری سمجھا جاتا تھا کہ اس سے شریعت کا مقصد بھی پورا ہوتا ہو۔(۴۴)

دوسری قسم کے مسائل

دوسری قسم میں وہ ہدایات داخل ہیں جو مفتی مسائل بیع و شرا دریافت کرنے والوں کو دیتا ہے۔

اس غرض سے کہ مختلف قسم کی ضمانات کی بنا پر اپنے لیے محتاط راستہ اختیار کیا جائے تا کہ آئندہ اپنے حقوق ضائع نہ ہوں اور ان معاملات کی وجہ سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔
ہم دو مثالیں ذکر کرتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ائمہ احناف کس طرح گناہ سے دور رہ کر شرعی توجیہات کو ذکر کرتے تھے۔ پہلی مثال اجارہ ہے۔

اجارہ میں حیلہ

حنفی فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ عذر کی بنا پر اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک عذر کے مفہوم میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے بعض لوگوں نے دوسروں کے حقوق سے کھیلنے اور ان کو نقصان پہنچانے کا موقع پیدا کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجارہ کرنے والے بعض لوگ ایسی احتیاطی تدابیر کرنے لگے جن کی بناء پر وہ کسی شدید ضرورت کے بغیر اجارہ کو توڑنے سے بچا لیتے۔ چنانچہ کتاب الحیل میں اس طرح کے ایک حیلے کا ذکر ہے کہ اجارہ کی ابتدائی مدت میں کرایہ کم رکھا جائے اور آخری مدت میں زیادہ۔ فرض کیجئے جب اجارہ کی مدت تین سال مقرر ہو تو پہلے سال کا کرایہ بیس روپے ہو اور دوسرے دو سالوں کا دو صد روپیہ۔ اس صورت میں اجارہ پر دینے والا اجارہ کو فسخ کرنے کی جرات نہیں کرے گا الا یہ کہ کسی شدید ضرورت سے مجبور ہو جائے کیونکہ آخری دو سالوں میں اجارہ کی شرح کی زیادتی اسے آمادہ کرے گی کہ وہ عقد اجارہ کو قائم رکھنے کی کوشش کرے پھر کوئی سخت ضرورت ہی اس کی اس فریفتگی اور دلچسپی کو زائل کر سکے گی۔ لیکن امام سرخسی المبسوط میں لکھتے ہیں کہ اجارہ کا دعوی کبھی ان قاضیوں کی عدالت میں بھی پیش کیا جاتا ہے جو ابن ابی لیلی کے قول پر عمل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اجارہ کرتے وقت اگرچہ مدت کے اعتبار سے اس کی شرح مختلف مقرر کی گئی ہو مگر ہم اس شرح کو مدت پر برابر تقسیم کر کے اس کا نرخ مساوی مقدار میں متعین کر دیں گے۔ لہذا اندریں صورت یہ حیلہ بے کار ہو گا مزید احتیاط کے پیش نظر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایسے اجارہ کو دو الگ الگ معاملات پر محمول کیا جائے پہلا اجارہ پہلی مدت میں کم اجرت پر۔ دوسرا اجارہ آخری مدت میں زیادہ شرح پر۔ جب یہ معاملے دو متصور ہوں گے تو پہلی صورت میں اجارہ فسخ کرنے سے موجر نقصان اٹھائے گا۔ مستاجر کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ دوسری صورت میں بھی معاملہ یوں ہی ہو گا۔ (۴۵)

بیع و شرا

دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے آدمی سے کہے کہ فلاں مکان خرید لو میں تمہیں خاصہ نفع دے کر تم سے خرید لوں گا۔ مثلا یوں کہے کہ یہ مکان ایک ہزار کا خرید کر لو میں تم سے ڈیڑھ

ہزار کا لے لوں گا- دوسرے شخص کو ذاتی طور سے اس مکان کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ اس سے بے نیاز ہے- اسے خطرہ ہے کہ اگر میں نے یہ مکان خرید لیا تو ممکن ہے مجھ سے وہ شخص خرید نہ کرے اس صورت میں مکان یونہی پڑا رہے گا- اس لیے کہ اسے اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اس میں کوئی نفع نظر آتا نہیں تو اس میں فقہاء کے نزدیک حیلہ کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص یہ مکان اس شرط پر خرید کرے کہ خاص مدت تک اسے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اس مدت میں وہ شخص یہ مکان فروخت بھی کر سکے گا- اگر اس شخص نے اس مدت میں اس سے وہ مکان خرید لیا تو بیع مکمل ہو گئی اور وہ نفع کا مالک ہو گیا اور اگر خیار کی مدت میں حکم دینے والے نے وہ مکان نہیں خریدا تو بیع فسخ کر دی جائے گی اور نفع کے جائے یہی غنیمت سمجھے گا کہ وہ خسارہ سے محفوظ رہا-

یہ ہے ان حیلوں کی دوسری قسم جس میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ نہ کسی شرعی مقصد کو معطل کیا گیا ہے نہ اس کے اصول و مبادی میں سے کسی اصول کو ترک کیا گیا ہے بلکہ اس میں ایک شخص کے حقوق کو آئندہ زمانہ میں ضائع ہونے سے بچا لیا گیا ہے اور فقہ کے طے شدہ احکام عقود کو عملی پہلو سے تطبیق دینے کی جانب راہنمائی کی گئی ہے اور وہ طریق بتایا گیا ہے جو لوگوں کے لیے مفید ہو- (۴۶)

تیسری قسم کے مسائل

تیسری قسم میں وہ حیلہ جات داخل ہیں جن سے بائع و مشتری کے خالی از گناہ و جائز مقاصد اور صحت معاملات کے لیے فقہاء کے مقرر کردہ و غیر مقرر کردہ شرائط کے مابین تطبیق دی جاتی ہے- ہم اس کی دو مثالیں ذکر کرتے ہیں:

دو شخص زید و عمرو میں سے زید کے پاس ہزار درہم اور عمرو کے پاس دو ہزار درہم ہیں- پس اگر دونوں نے اس طرح شرکت چاہی کہ نفع دونوں میں نصف نصف اور نقصان دونوں پر نصف نصف ہو تو یہ جائز نہیں- اس واسطے کہ نقصان بقدر راس المال کے ہوگی- امام خصاف نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے ہزار درہم زائد میں سے نصف یعنی پانچ سو درہم زید کو قرض دے دے تاکہ دونوں کا راس المال برابر ہو جائے- پس ایسی حالت میں نقصان کی اس طرح شرط کرنا روا ہو جائے گی- (۴۷)

ایک شخص کسی کو مضاربت کے طور پر مال دینا چاہتا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ وہ شخص یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا- اس کے مال کو لاپرواہی سے صرف کرے اور اگر عقد معاملے کے وقت یہ شرط لگائی جائے کہ وہ مال کا ضامن ہوگا تو یہ شرط بھی شرعاً صحیح نہیں- اب اس کے پیش نظر دو صورتیں ہوں گی یا وہ مال مضاربت پر نہ دے- اس میں دونوں کا نقصان ہے- دونوں نفع سے محروم رہیں گے- اور یا پھر مال بلا ضمانت دے دے مگر اس میں مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے- نظر بریں فقہاء نے یہ حیلہ پیدا کیا کہ ایک درہم کے سوا باقی مال اسے قرض

دے دیا جائے- پھر اس درہم کی بناء پر قرض کی رقم میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور وہ دونوں اس رقم سے تجارت کریں جو نفع ہو گا اس میں وہ برابر کے شریک ہوں گے- اس طرح یہ معاملہ شرعی زاویہ نگاہ سے صحیح ہو جائے گا- کیونکہ قرض پر قابض ہونے کے ساتھ ہی ضامن قرار پائے گا اور راس المال میں تفاوت کے باوجود شرکت درست ہے جو نفع ہو گا وہ اپنی شرائط کے مطابق تقسیم کر لیں گے- حضرت علیؓ فرماتے ہیں- نفع معاملہ کنندگان کی شرائط کے مطابق تقسیم ہو گا خسارہ کا ذمہ دار رب المال ہو گا وہ دونوں اس مال سے تجارت کرتے ہوں یا صرف ایک آدمی کام کرتا ہو نفع میں دونوں شریک ہوں گے-

یہ ایک حیلہ ہے جو مضاربت کرنے والے کو راس المال کا ضامن بنا دیتا ہے حالانکہ فقہاء اسے جائز نہیں سمجھتے اور اس کی شرط لگانا بھی ان کے نزدیک ناروا ہے مگر کبھی ایسی شرط لگانے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے اس لیے بوقت ضرورت اس حیلہ سے کام لیا جا سکتا ہے کیونکہ عدم ضمان کا حکم کتاب و سنت میں منصوص نہیں بلکہ صرف ایک اجتہادی امر ہے- لہذا جب ضمان میں کوئی مصلحت پائی جاتی ہو تو اس کے لیے حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اے کاش کہ فقہاء ضمان کی شرط کو جائز قرار دے دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تاکہ ان کے فقہی قواعد ایک خاص نہج پر جاری رہ سکیں بنا بریں وہ اس شرعی حیلے کے لیے مجبور ہو گئے- (۴۸)

دوسری مثال یہ ہے کہ صلح میں جب ایک شخص کو بدل صلح کا ضامن مقرر کیا جائے تو کبھی اسے قبول کیا جاتا ہے اور کبھی نہیں کیونکہ یہ شرط دھوکہ کی بناء پر صلح کو فاسد قرار دیتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صلح ایک مبادلہ ہے اور مبادلہ والے معاملات ایسی شروط کی بنا پر فاسد تصور کیے جاتے ہیں جس میں ایک جانب کا فائدہ ہو یا اس میں دھوکہ پایا جاتا ہو- اب فقہاء مجبور ہوئے کہ اس کے لیے کوئی حیلہ تلاش کریں چنانچہ انہوں نے یہ حیلہ تجویز کیا کہ اگر یہ معاملہ طے کرتے وقت ضامن حاضر ہو تو اس کی ضمانت درست سمجھی جائے گی- اس شرط کی موجودگی میں یہ معاملہ اس لیے ناجائز تھا کہ اس میں دھوکہ پایا جاتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہو تا کہ ضامن ضمانت دے گا یا نہیں جب ضامن نے حاضر ہو کر ضمانت دے دی تو ابہام نہ رہا- اگر ضامن موجود نہ ہو تو حیلہ کی صورت یہ ہو گی کہ صلح کرتے وقت طے کیا جائے کہ اگر فلاں شخص ضامن قرار پائے تو صلح مکمل ہو گی ورنہ نہیں- جب معاملہ اس طرح انعقاد پذیر ہو گا تو صلح کی تکمیل مقدار ضمانت کے مطابق ہو گی اور ضمانت دینے کی صورت میں اجمال و ابہام کی کوئی گنجائش نہ ہو گی- اس سے واضح ہو تا ہے کہ یہ دونوں حیلے معاملات کی استنباطی قیود سے مخلصی حاصل کرنے کے لیے وضع کیے گئے تھے جو بسا اوقات مصالح و حاجات کے مطابق نہیں ہو تیں اور اس طرح حیلہ جوئی کی ضرورت پڑ جاتی ہے تاکہ معاملہ ان قیود سے ہم آہنگ ہو جائے اور مصلحت اور شرعی غرض فوت نہ ہونے پائے- (۴۹)

چوتھی قسم اور اس کی مثالیں

قسم چہارم وہ حیلے ہیں جن کے ذریعہ وہ حقوق ثابت کیے جائیں جنکی راہ میں فقہی قواعد حائل ہوں چونکہ دینی و اخلاقی احکام 'اغراض و مقاصد کے تابع ہوتے ہیں- لہذا اندریں صورت حیلہ ایک دینی و اخلاقی امر ہوگا کیونکہ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ حق دار تک حق پہنچ جائے اور ضائع نہ ہو- (۵۰) امام خصاف نے فرمایا کہ ایک مریض پر اس کے بعض وارثوں کا قرضہ ہے اور چاہا کہ اس کے قرضہ کا اقرار کرے مگر ہمارے اصحاب کا اصول معلوم ہے کہ مریض کا اپنے بعض وارثوں کے واسطے اقرار کرنا صحیح نہیں ہے پس ایسا حیلہ کہ جس سے بالاتفاق سب کے نزدیک اسی اقرار کا مقصود حاصل ہو جائے یہ ہے کہ مریض مذکور اس قرضہ کا کسی اجنبی کے واسطے اقرار کرے جس پر اس کو اعتماد ہو اور اس اجنبی سے کہہ دے کہ وہ وصول کر کے اس وارث کو دے دے اور اگر اجنبی نے کہا کہ مجھے خوف آتا ہے کہ شاید حاکم مجھ سے قسم لے جیسے قرض خواہاں میت سے قسم لی جاتی ہے کہ واللہ تیرا یہ قرضہ اس میت پر واجب ہے تو نے میت کو اس سب سے یا اس میں سے کسی قدر سے اس کو بری نہیں کیا ہے تو میں کس طرح قسم کھا سکتا ہوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس اجنبی کو حکم کرے کہ تو کوئی اپنا مال عین وارث کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو وارث کا مریض پر آتا ہے فروخت کر دے- پس جب اس نے فروخت کیا اور وارث نے اس کو قبول کیا تو جو قرضہ وارث کا مریض پر تھا وہ اجنبی کے واسطے ہو گیا پھر اگر اس کو حاکم قسم دلائے گا تو اس کی قسم صحیح ہوگی- (۵۱)

شیخ محمد ابو زہرہ اسی قسم کے حیلے کے بارے لکھتے ہیں کہ مرض الموت میں کوئی شخص ورثاء کی اجازت کے بغیر کسی وارث کے لیے قرضہ کا اقرار نہیں کر سکتا- جب اس کی بیوی یا کسی وارث کا قرض فی الواقع اس کے ذمہ واجب الادا ہو اور اقرار کے ماسوا اسے ثابت کرنے کا کوئی امکان نہ ہو اور وارث اس کے اقرار کو جائز قرار نہ دیتے ہوں یا نافذ ہونے سے روکتے ہوں اس کا نتیجہ لازمی طور سے یہ برآمد ہوگا کہ قرض خواہ وارث کا حق ضائع ہوگا اور مریض کی موت ایسی حالت میں آئے گی کہ قرض اس کے ذمہ باقی ہوگا- بارگاہ ایزدی میں اس سے باز پرس ہوگی- ادھر فقہ ادا قرض میں سنگ راہ ہے اور فقہی مسائل کی رو سے قرض ادا کر کے اس کو سبکدوش نہیں کیا جا سکتا- اب متوفی کو قرض سے بری الذمہ کرنے کے لیے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ یا تو فقہا اپنے اس قاعدہ کو توڑ ڈالیں جو انہوں نے بربنائے احتیاط وضع کیا تھا تاکہ ورثاء اللہ تعالی کے مقرر کردہ حصہ سے زیادہ نہ لے سکیں- ہماروں میں ایسے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں- اس قاعدہ کو توڑ دینے کا معنی یہ ہے کہ نظام میراث کے تحفظ کے لیے جو احتیاط ضروری تھی اس کو منہدم کر دیا جائے- لہذا فقہاء نے ایک ایسا حیلہ ڈھونڈ نکالا جس سے یہ حق ضائع ہونے سے بچ

سکے- مریض بھی اللہ کے حضور بری الذمہ ہو کر پیش ہو اور خدا کا مقرر کردہ نظام میراث بھی محفوظ مصئون رہے-اس حیلہ کی تفصیل خصاف نے کتاب الحیل والمخارج میں یہ دی ہے-

"اگر مریض کی بیوی کا سو دینار یا اس سے زیادہ رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہو اس میں حیلہ کی صورت یہ ہوگی کہ بیوی کسی قابل اعتماد آدمی کو مریض کے سامنے لائے- مریض اس کے روبرو اقرار کرے کہ میری بیوی کا سو دینار اس شخص کے ذمہ واجب الادا ہے اور مجھے اس نے یہ قرض وصول کرنے کے لیے وکیل بنایا- چنانچہ میں نے یہ قرض وصول کر لیا- یہ اقرار کرنے پر عورت اس بات کی مجاز نہیں ہوگی کہ اس کے مال سے سو دینار لے سکے- البتہ عورت کو کہا جائے گا کہ وہ یہ رقم اس آدمی سے وصول کرے جس کے متعلق متوفی نے خود اعتراف کیا تھا کہ وہ اس سے وصول کر چکا ہے- پھر وہ شخص مریض متوفی کے مال سے وہ رقم لے گا- کیونکہ متوفی خود اعتراف کر چکا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لیے یہ رقم اس سے وصول کر چکا ہے یعنی وہ شخص یوں کہے کہ متوفی بہ اعتراف خود عورت کا قرض مجھ سے وصول کر چکا تھا مگر مجھے مریض کے اس قول کے باوجود بری الذمہ قرار نہیں دیا گیا اور عورت نے مجھ سے یہ رقم وصول کر لی- لہذا مجھے حق حاصل ہے کہ میں اس کے مال سے وصول کر سکوں اگر یہ شخص ڈرتا ہو کہ اسے حلف اٹھانا پڑے گا تو عورت کو چاہیے کہ اسے سو دینار کا کپڑا دے دے- اندریں صورت اگر اسے حلف اٹھانا پڑے تو وہ اپنی قسم میں سچا ہوگا-

اس مثال میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ حیلہ حق کو وصول کرنے کے لیے تجویز کیا گیا ہے کیونکہ وہ فقہی قواعد اس کی وصولی میں حائل تھے جو ورثاء کے حقوق میں احتیاط ملحوظ رکھنے، مریض کو ترکہ کی ظالمانہ تقسیم سے روکنے اور اللہ تعالی کی عادلانہ تقسیم پر عمل پیرا ہونے کے لیے وضع کیے گئے تھے-(۵۲)

دوسری مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے خاوند نے بیوی کو طلاق دے دی- عورت کا کچھ قرض خاوند کے ذمہ واجب الادا تھا مگر گواہ موجود نہیں- خاوند نے حلف اٹھایا کہ میرے ذمہ کوئی رقم قابل ادا نہیں-اب عورت یہ جائز حق وصول کرنا چاہتی ہے-وہ یہ حیلہ کرتی ہے-وہ کہتی ہے کہ میری عدت ابھی ختم نہیں ہوئی- اسی اثنا میں مدت گزر گئی کہ جس کے خرچ کا اندازہ قرض کے برابر ہے- علمائے احناف کے نزدیک یہ حیلہ جائز ہے وہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر اس کا بس چلتا کہ وہ خاوند کے علم کے بغیر بھی اپنا حق وصول کر سکتی تھی پس وہ اس طریق سے بھی اپنا حق لے سکتی ہے-اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ خاوند یہ رقم اسے نان نفقہ کے طور پر دے رہا ہے مگر عورت اسے اپنے قرض کے اعتبار سے وصول کر رہی ہے اور اسے شرعی نقطہ نظر سے یہ حق حاصل ہے کہ خاوند سے اپنا قرض ہر قیمت پر وصول کرے- اگر عدت کے گزرنے پر قاضی اسے حلف

دلائے عورت حلف اٹھالے مگر دل میں کوئی اور بات ہو تو یہ جائز ہے- ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مظلوم ہونے کی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا- جب وہ حلف اٹھائے کہ عدت ابھی پوری نہیں ہوئی اور دل میں یہ بات ہو کہ کسی اور کی عدت پوری نہیں ہوئی تو وہ ایسا کرنے میں مجاز ہے- یہ حیلہ بھی اپنا حق لینے کے لیے ہے دوسروں کے حقوق ضائع کرنے کے لیے نہیں-(۵۳)

احناف کے وضع کردہ حیلوں کی حیثیت

شیخ محمد ابو زہرہ مصری نے نہایت جانفشانی اور محنت سے احناف کے مجوزہ حیلوں کو مذکورہ بالا چار قسموں میں بانٹ کر یہ حقیقت بالکل واضح کر دی ہے کہ ان حضرات کا مقصد کسی فقہی قاعدہ کا نظر انداز کرنا نہ تھا بلکہ مطمع نظر یہ تھا کہ عوام کو قواعد کی تطبیق کا بہترین طریقہ تعلیم کیا جائے- جو لوگ فقہی قواعد کی بنا پر تنگی و حرج میں مبتلا ہوں ان کے لیے سہولت کی راہیں کھولی جائیں- اگر اصول و ضوابط وصول حق کی راہ میں حائل ہوں تو اس کے حصول کا طریق واضح کیا جائے- یہ حیلہ جات شریعت اسلامیہ کی روح اور فقہ اسلامی کے اولین و بنیادی ماخذ یعنی قرآن و حدیث کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں- چنانچہ فقہ اسلامی کے دیگر محاسن و اوصاف کی طرح یہ بھی ایک خوبی ہے کہ عدم حرج کی بجائے آسانی اور سہولت کو ملحوظ رکھا جائے اور اس اصول کی تائید قرآن و حدیث دونوں میں موجود ہے- قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (۵۴)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے- دشواری اور تنگی نہیں چاہتا ہے-

دوسری جگہ ارشاد ہے :

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (۵۵)

اور اللہ نے دین کے معاملہ میں تمہارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے-

حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ فرماتے وقت دینی احکام کی بجا آوری کے لیے ارشاد فرمایا :

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا (۵۶)

آسانی کرنا- مشکل میں نہ ڈالنا' رغبت دلانا' نفرت نہ دلانا' موافقت کے جذبہ کو فروغ دینا اور اختلاف نہ ڈالنا-

خلاصہ کلام ان ائمہ عظام کے تجویز کردہ حیلے شرعی مقاصد کو نظر انداز کرنے اور صرف ان کی ظاہری حالت کو موافق شرع بنانے کے لیے نہ تھے بلکہ ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ شرعی اغراض کو پورا کرنے اور ان مین سہولت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ان میں جو تکلف اور حرج پایا جاتا

ہے اس کا ازالہ ہو جائے-اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فقہ کتنی مفید تھی اور اس میں کتنے نفیس طریقہ سے معاملات کے شرعی قواعد اور ان کی شرائط تطبیق دینے کی کوشش کی گئی تھی-(۵۷)

احناف کا اسقاط شفعہ اور زکوٰۃ نہ دینے کے حیلوں کا تحقیقی جائزہ

مذہب حنفی میں اس شخص کو جو فروخت شدہ جائیداد کی ملکیت میں یا اس کے دیگر حقوق میں شریک ہو نیز پڑوسی کو حق شفعہ پہنچتا ہے جن میں سے چند خصاف نے بیان کیے ہیں-

۱-اگر زید ایک ایسے مکان کا مالک ہے جو عمر کے مکان سے بالکل ملحق ہو اور زید نے اسے غیر کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا تو عمر کو پڑوسی ہونے کی حیثیت سے اس مکان کا حق شفعہ حاصل ہوگا- بشرطیکہ عمر مکان کی وہی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو جو اجنبی خریدار نے ادا کی ہو-اس صورت میں حق شفعہ ختم کرنے کی یہ ترکیب ہے کہ زید اس بات کا اقرار کرے کہ مکان اجنبی کی ملکیت ہے اور اس پر شہادتیں بھی گزار دے پھر اجنبی مکان کی قیمت ہبہ کے طور پر زید کو ادا کر دے پس یہ معاملہ دراصل تو بیع کا ہوگا مگر بظاہر ہبہ کے ساتھ ملکیت کا اقرار ہے-یہ شرعی حیلہ شفیع کے حق شفعہ کو ختم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے-

۲-زید اپنا مکان اجنبی خریدار کے نام ہبہ کر دے اور ہبہ کے عوض میں خریدار زید کو طے شدہ رقم ادا کر دے-اس ترکیب سے عمر کو مکان مذکورہ کا حق شفعہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ ہبہ کی صورت میں حق شفعہ جاری نہیں ہو سکتا-(۵۸)

امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا شفیع کو کسی حیلہ کے ذریعے حق شفعہ سے محروم کرنا جائز ہے یا نہیں-امام ابو حنیفہؒ کی رائے اس میں مذکور نہیں-ہم دونوں کے نظریات بیان کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حیلوں میں امام ابو حنیفہؒ کے منہاج پر چلنے والے کس حد تک اس بات کو پیش نظر رکھتے تھے کہ حیلہ سے کوئی شرعی مقصد فوت نہ ہونے پائے ورنہ شفعہ میں جواز حیلہ کی یہ بحث پیدا نہ ہوتی-

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ شفیع کو حق شفعہ سے محروم کرنے یا اصلی قیمت کو چھپا کر زیادہ قیمت کا اعلان کر کے اس کی دلچسپی کو کم کرنے میں حیلہ کا استعمال درست ہے بشرطیکہ یہ شفعہ سے قبل ہو-امام محمد اسے سخت مکروہ سمجھتے ہیں-

امام محمد کی دلیل واضح ہے کہ اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے والا ایک ایسے امر کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ جوئی کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے اور یہ جائز نہیں-شارع نے شفعہ کو اسی لیے جائز قرار دیا ہے تاکہ شفیع ضرر کو اپنے سے دور کر سکے-اب جو شخص اسے ساقط کرنا چاہتا ہے وہ ضرر کی راہ کھولتا اور اسے آسان بناتا ہے جو جائز نہیں-

امام ابو یوسف طلب شفعہ سے قبل اسقاط شفعہ کے حیلہ کو اس لیے جائز قرار دیتے ہیں کو اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ جوئی کرنے والا ازالہ ضرر کرنا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ دفع ضرر میں کیا حرج ہو سکتا ہے - دفع ضرر یوں ہو گا کہ جس گھر کا وہ اب مالک ہو گیا ہے اگر اس کی مرضی کے بغیر اس سے لے لیا جائے تو یہ اس کے لیے موجب ضرر ہے اور اسے روکنا ایک جائز امر ہے - علاوہ ازیں طلب شفعہ سے قبل شفیع کو جس نقصان کا اندیشہ ہے وہ ہر لحاظ سے ایک احتمالی ضرر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ مشتری اسے نقصان پہنچائے اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس کا یہ اندازہ غلط ثابت ہو جب مشتری سے ضرر کی توقع بھی ہو تو اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری نہیں نیز یہ کہ مشتری کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کا ازالہ بہر حال ضروری ہے اور اس کو روکا نہیں جا سکتا اگرچہ اس سے ایسے حق کا سقوط لازم آتا ہو جس کی بناء پر ایک احتمالی ضرر کا ازالہ منظور ہو - (۵۹)

زکواۃ نہ دینے کا حیلہ اور اس کی تحقیق

علامہ سرخسی صاحب المبسوط لکھتے ہیں کہ وجوب زکواۃ کو روکنے کا حیلہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذکورہ اختلاف پر مبنی ہے - حیلہ کی صورت یہ ہے کہ حولان حول (سال گزرنے) سے کچھ وقت پہلے تھوڑا سا مال صدقہ کر دیا جائے تاکہ نصاب سے کم رہ جائے - امام ابو یوسف اسے جائز سمجھتے ہیں اور امام محمد کے نزدیک منع ہے - سرخسی امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں - ابو یوسف نے امالی میں اس کی دلیل پیش کی ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس دو سو درہم ہوں جب سال ہونے میں ایک روز باقی ہو تو وہ ایک درہم صدقہ کر دے تو کیا یہ مکروہ ہو گا حالانکہ اس نے صرف ایک درہم صدقہ کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جب سال پورا ہو گا تو وہ نصاب کا مالک نہ رہے گا لہذا زکواۃ فرض نہ ہو گی (۶۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منسوب یہ روایت قابل قبول نہیں - یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک جلیل القدر فقیہہ ایک اسلام کے رکن اور اس عبادت کے وجوب کو روکنے کے لیے حیلہ سازی کا ارتکاب کرتے - چنانچہ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کی عبارت اس منسوب شدہ روایت کو رد کرنے کے لیے کافی ہے - امام موصوف لکھتے ہیں :

''اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی فرد کے لیے زکواۃ کی ادائیگی سے گریز جائز نہیں - یہ بھی جائز نہیں کہ قابل زکواۃ مال کو اپنی ملکیت سے نکال کر دوسروں کی ملکیت بنا دے تاکہ وہ متفرق ہو جائے اور ہر ایک فرد کے پاس اونٹوں گایوں اور بھیڑ بکریوں کی ایسی تعداد جمع ہو جائے جن پر صدقہ نہیں واجب ہوتا اور اس طرح اس مال پر زکواۃ ساقط ہو جائے - کسی طریقہ سے اور کوئی وجہ پیدا کر کے بھی کسی مال کی زکواۃ ساقط کرنے کی ترکیب نہ کرنا چاہیے (۶۱)

شیخ محمد ابو زہرہ نے امام ابو یوسف سے منسوب اس روایت کو مشکوک قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وجوب زکواۃ کو روکنے کے لیے امام ابو حنیفہ سے کوئی حیلہ منقول نہیں۔ آپ ورع و تقوی کے جس مقام پر فائز تھے اور دینی احکام پر جس سختی سے عامل تھے وہ اس بات سے مانع تھی کہ آپ عبادات میں حیلہ سازی سے کام لیتے۔ امام ابو یوسف کی جانب کلام مذکور کی نسبت بھی میرے نزدیک محل اشتباہ ہے۔ ذاتی خصائل و اوصاف اور دینی نقطہ نگاہ سے ان کا پایہ اس سے کہیں زیادہ بلند تھا کہ ایسے دینی فریضہ میں گنجائش پیدا کرتے جس پر ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں کے خلاف مقاتلہ فرمایا تھا۔ الامالی کی روایت مشکوک ہے اور یوں بھی کتب الامالی اول درجہ کی کتابوں میں شمار نہیں ہوتیں اور ان کا پایہ استناد زیادہ بلند نہیں (٦٢)

حوالہ جات

۱-اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ہشتم ص : ۷۶۸ ،دانش گاہ پنجاب لاہور۔

۲-ڈاکٹر محمد رداس قلعہ جی، فقہ حضرت عمرؓ (اردو) ص : ۲۲۹، ادارہ معارف اسلامی، لاہور۔

۳- عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین، حیات حافظ ابن قیم ترجمہ و تحشیہ پروفیسر غلام احمد حریری، ص : ۱۷۵، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز۔

۴-ایضاً

۵- شیخ ابو زہرہ مصری، حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص : ۷۴۳ ملک سنز تاجران کتب فیصل آباد۔

۶-ایضاً

۷- شیخ محمد ابو زہرہ، حیات امام ابن تیمیہ ترجمہ نائب حسین نقوی، ص : ۶۹۶، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز لاہور۔

۸-ڈاکٹر محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، اردو ترجمہ مولوی محمد احمد رضوی، ص : ۲۷۹، مجلس ترقی ادب، لاہور۔

۹-سورۃ ص : ۴۴

۱۰- مولانا مودودی، تفہیم القرآن ج : ۴، ص : ۳۴۱ مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

۱۱-سورۃ یوسف : ۷۶

۱۲- پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج : ۲ص : ۴۴۶-۷۴۴ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔

۱۳- مشکوۃ المصابیح، ج : ۲، باب الربوا ص : ۱۱، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

۱۴-عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین، حیات حافظ ابن قیم ترجمہ و تحشیہ پروفیسر غلام احمد حریری، ص : ۱۹۰

۱۵-سورہ البقرہ : ۶۵

۱۶-سورہ :الاعراف : ۱۶۲

۱۷-سوہ القلم : ۱۷

۱۸-سورہ النساء : ۱۴۲

۱۹-سورہ البقرہ : ۲۳۱

۲۰-ڈاکٹر محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، اردو ترجمہ مولوی محمد احمد رضوی، ص : ۲۸۲

۲۱- صحیح بخاری شریف (مترجم) ج : ۳، کتاب الحیل ص : ۶۸۸ مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔

۲۲-الموافقات للشاطبی مترجم مولانا عبدالرحمن کیلانی، ج : ۱، ج : ۱ص : ۲۷۳، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔

۲۳- مشکواۃ المصابیح، ج : ۲، کتاب البیوع، ص : ۳

۲۴-الموافقات للشاطبی مترجم مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ج : ۲ص : ۴۸۷،
۲۵-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص :۶۴۱
۲۶-ایضا۶۴۲
۲۷-حیات حافظ ابن قیم، ترجمہ و تحشیہ پروفیسر غلام احمد حریری، ص :۲۱۶
۲۸-حیات امام ابن تیمیہ، ترجمہ نائب حسین نقوی، ص :۶۹۰
۲۹-الموافقات للشاطبی مترجم مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ج :۲، ص :۴۹۴-۴۹۵
۳۰-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص :۶۴۲
۳۱-ایضا ص :۶۴۲-۶۴۳
۳۲-اعلام الموقعین ج :۴، ص : ۱۳۰الہ فلسفہ شریعت اسلام، ص :۲۴۱-۲۴۲
۳۳-حیات حافظ ابن قیم ترجمہ و تحشیہ، پروفیسر غلام احمد حریری، ص :۲۱۹
۳۴-سنن نسائی، ج :۲، کتاب الزکواۃ، ص :۸۲، مکتبہ حامد کمپنی لاہور-
۳۵-الموافقات للشاطبی مترجم مولانا عبدالرحم کیلانی، ج :۲، ص :۴۸۸-۴۸۹
۳۶-سورہ البقرہ :۲۷۶
۳۷-حیات حافظ ابن قیم ترجمہ و تحشیہ، پروفیسر غلام احمد حریری، ص :۱۷۸
۳۸-ایضا ص :۱۷۹
۳۹-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص :۶۴۳
۴۰-ایضا، ص :۶۴۴-۶۴۵
۴۱-ایضا، ص :۶۴۶-۶۴۷
۴۲-فتاویٰ عالمگیری ج :۱۰، مترجم مولانا سید امیر علی مرحوم، کتاب الحیل ص :۳۴۵ حامد اینڈ کمپنی، لاہور-
۴۳-ایضا
۴۴-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص :۶۴۷
۴۵-ایضاً ص :۶۴۹
۴۶-ایضاً ص :۶۵۰
۴۷-فتاویٰ عالمگیری ج :۱۰، مترجم مولانا سید امیر علی مرحوم، کتاب الحیل ص :۳۵۷ حامد اینڈ کمپنی، لاہور-
۴۸-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص :۶۵۱-۶۵۲
۴۹-ایضاً :۶۵۲
۵۰-ایضاً

۵۱- فتاوی عالمگیری ج : ۱۰' مترجم مولانا سید امیر علی مرحوم 'کتاب الحیل ص : ۴۰۰-۴۰۱ حامد اینڈ کمپنی 'لاہور-
۵۲-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص : ۶۵۳-۶۵۴
۵۳-ایضاً ص : ۶۵۴
۵۴-سورۃ البقرہ : ۱۸۵
۵۵-سورۃ الحج : ۷۸
۵٦- مشکوۃ المصابیح 'ج : ۲'باب ما علی الولاۃ من التیسیر ص : ۱۹۵ 'مکتبہ رحمانیہ لاہور-
۵۷-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص : ٦٦۰
۵۸-ڈاکٹر محمصانی 'فلسفہ شریعت اسلام 'اردو ترجمہ مولوی محمد احمد رضوی 'ص : ۲۷٦-۲۷۷
۵۹-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام حریری ص : ٦۵٦
٦۰-ایضاً ص : ٦۵۷
٦۱- محمد نجات اللہ صدیقی 'اسلام کا نظام محاصل 'ترجمہ کتاب الخراج الامام ابی یوسف ص : ۲۹۰ 'مکتبہ چراغ راہ کراچی-
٦۲-حیات حضرت امام ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری ص : ٦۵۸